رجسٹرڈ نمبر ا ے ۲۰۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

ایڈیٹر

جلد ۶	کاکوری جمعہ یکم مارچ سنہ ۴۰ء مطابق ۱۹ محرم الحرام سنہ ۵۹ھ	نمبر ۲۱

ادبیات

از جناب منشی سردار احمد خان صاحب سردار کوہاری (ملیح آباد)

دل کے ہاتھوں اب یہ حالت ہو گئی
جس نے دیکھا اس کو حیرت ہو گئی

یوں اٹھایا اس نے محفل سے مجھے
دیکھنے والوں کو عبرت ہو گئی،

پھر وہی غم تھا وہی شام فراق
دو گھڑی کو بزم عشرت ہو گئی

شمع بولی پھونک کر پروانے کو
آج غم سے مجھکو فرصت ہو گئی

دار پر چڑھ کر کہا منصور نے
آج پوری دل کی حسرت ہو گئی

اک انا الحق نے کیا اتنا بلند
فرش سے تا عرش شہرت ہو گئی۔ ۴۴

۴۴

ہائے یہ کیا کر دیا اے مفلسی
چاہنے والوں کو نفرت ہو گئی

چار ہی دن میں یہ کس کے ہجر میں
کیا تری سردار صورت ہو گئی

محبت

کہکشاں بنکر جگمگا رہی ہے — شمع بنکر ٹمٹما رہی ہے — گل بن کر مسکرا رہی ہے — نکہت بن کر پھول میں سما گئی ہے — نسیم بن کر گلستان میں آوارہ ہے — لہریں بنکر ساحل کا منہ چوم رہی ہے — برق بن کر بادل میں شوخیاں کر رہی ہے — بارش بنکر تپتی ہوئی زمین سے ہم آغوش ہو رہی ہے — آنسو بن کر عاشق کے دل میں بس رہی ہے — مسکراہٹ بن کر خوشنما لبوں پر کھیل رہی ہے — غازی بن کر وطن کا تحفظ کر رہی ہے — بھیک بنکر فقیر کی جھولی میں ہے — خدا بنکر آسمانوں میں چھپی ہے — اور فضائے جنت میں ہم سے ہم آغوش ہونے کے لیے مضطرب ہے!

محبت! پیاری محبت!! لازوال محبت!!! ماجدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۶	کاکوری جمعہ یکم مارچ سنہ ۳۴ء	نمبر ۲۱

سیّدنا حضرت امام حسینؑ کا ستیہ گرہ

معزز معاصر روزنامہ ہمدم نے اپنی ۲۴ فروری سنہ ۳۴ء کی اشاعت میں جو سبق آموز لیڈنگ آرٹیکل حوالہ قلم کیا ہے اس کے اقتباسات ہم اپنے ناظرین کے غور و فکر کے لیے پیش کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ وہ اس کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور سوچیں کہ مسلمانوں کے لیے اس وقت کسقدر ضرورت اپنے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی ہے اور صحیح جذبۂ ایثار و قربانی کس حد تک اُنہیں موجود ہے۔

گذشتہ ہفتہ ہندوستان کے مسلمانوں نے جو جزع و فزع اور بین دیکھا ہیں گذارہ وہ درحقیقت اُس ستیہ گرہ کی یادگار ہے جو اولاد رسول نے تحفظ ناموس اسلام کی غرض سے میدان کربلا میں کیا اور جمہور اسلام کو ایثار و قربانی کا ایسا سبق دیا جو اس دور مادیت میں کہیں نظر نہیں آتا اور آجکل کے مسلمان اگر اس جذبۂ ایثار و قربانی کے فقدان پر اشک حسرت بہائیں تو بیجا نہیں۔ ناظرین کو وہ سبق یاد دلانا ضروری ہے جو جگر گوشۂ رسول نے ہمکو دیا کیونکہ اس وقت جبکہ مسلمان اقلیت و اکثریت کے ضغطہ میں مبتلا اور حکومت اکثریت کے خوف سے ہراساں ہیں یہ سبق مسلمانوں کے بہت کام آئیگا۔ اور دنیا کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ستیہ گرہ کا وہ حربہ جس پر مسٹر گاندھی کو بہت ناز ہے فی الحقیقت مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جگر گوشۂ رسولؐ کا ستیہ گرہ ہوس حکومت یا حرص تسلط و اقتدار سے آلودہ نہ تھا بلکہ محض روایات اسلامی کے تحفظ اور ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے امام ہمام نے علم بغاوت بلند کیا اسلام کی خلافت کا منصب حق پرستی نفس کشی اور خدمت خلق کے ایسے مقدس اصول سے وابستہ تھا جن پر غیر مسلم بھی انگشت بدنداں تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں جس بے نفسی اور حق پرستی کا نمونہ دکھایا وہ دنیا کے کسی آئین حکومت میں نظر نہیں آتا حضرت فاروق اعظمؓ کی فتوحات کے قصے تو زبان زد خاص و عام ہیں لیکن بہت کم لوگ اس کو یاد رکھتے ہیں کہ اس خدائے حق نے کس طرح اپنے نفس کو مارا اور اپنی ذات کو مرضی الٰہی کا پابند بنایا۔ بحر و بر کی حکومت رکھنے کے باوجود ایک گدائے بے نوا کی طرح زندگی بسر کی اور اپنی ہستی اس طرح مٹا دی کہ وہ حقیقی معنی میں فنا فی اللہ ہو گئے۔

یزید نے خلافت کی ان مقدس روایات کو توڑا اور ملوکیت یعنی امپیریلزم کا ایسا جلوہ دکھایا کہ جگر گوشۂ رسولؐ اس کے قلع قمع کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور اسلام کی جمہوریت کے مقابلہ میں امپیریلزم کو فنا کرنے کی غرض سے اپنی اور اپنے خاندان کی جان بھی نہایت بے باکی سے نثار کر دی۔

سیدنا امام حسینؑ کیساتھ مٹھی بھر نوجوان تھے اور مقابلہ ایک ایسی امپیریل طاقت سے تھا جس کے قبضہ میں عرب و شام، روم و عراق تھا لیکن آل رسولؐ کو اصول اسلامی کے تحفظ میں اس امپیریل طاقت سے ٹکر لینے میں ذرا بھی تامل نہوا۔ امام ہمام جانتے تھے کہ شاہ وقت کی طاقت سے ٹکر لینا جان کی بازی لگانا ہے۔ مگر وہ نہایت بے باکی سے لڑے اور اگرچہ خود مٹ گئے مگر امپیریلزم کی بنیادیں اس طرح کھوکھلی کر دیں کہ آخر بنوامیہ کی نسلوں نے اس امپیریل عمارت کو ڈھا دیا اور عمر بن عبدالعزیز کا جیسا خلیفہ مقرر ہوا جس کو اسلامی مورخ بجا طور پر عمر ثانی کا خطاب دیتے ہیں۔ مسٹر گاندھی نے اگر تیس کروڑ افراد انسانی کی فوج سے برٹش امپیریلزم کا مقابلہ اور ستیہ گرہ سے مٹھی بھر انگریزوں کو مرعوب کر لیا تو کون سا بڑا کارنامہ ہوا اصلی ستیہ گرہ تو وہ تھا جو امام حسینؑ نے یزید کی امپیریلزم کے خلاف کیا اور اُسکی بنیادوں کو اس طرح ہلا دیا کہ امارت کی عمارت چشم زدن میں منہدم ہو گئی اور خلافت اسلامیہ پھر اُسی شان سے جلوہ گر ہوئی جس شان سے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں وہ دنیائے اسلام پر پرتو فگن تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر امام حسینؑ نے یزید کی امپیریلزم کے خلاف ستیہ گرہ نہ کیا ہوتا اور اسلامی اصول حکومت کے تحفظ کے لیے اپنی جان نثار نہ کر دی ہوتی تو مذہب اسلام کو ہرگز وہ فروغ نصیب نہوا ہوتا جو آج دنیا کے لیے موجب حیرت ہے

اور چار دانگ عالم میں کوئی قطعۂ عرض ایسا نہیں جہاں پرچم اسلام نہ لہراتا ہو اور فرزندان توحید اپنے آقا و مولا کی بادشاہت کا سکہ نہ جمائے ہوں۔ مصطفےٰ کمال نے جب یورپین امپیریلزم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس کے رفقاء کار نے برٹش امپیریلزم کی طاقت سے ٹکر لی اور آخر توڑ دیا تو کمال اتاترک نے یہی جواب دیا کہ حضرت امام حسینؑ نے جب اصول اسلامی کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی بازی لگائی تو انکے ساتھ اتنے آدمی بھی نہ تھے جتنے میرے ساتھ ہیں اگر امام حسینؑ کی طرح اصول اسلامی کی حفاظت کے لیئے میں نے بھی اپنی جان دیدی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میں خوش ہوں گا کہ میں نے جگر گوشۂ رسولؐ کی سنت ادا کی۔

کاش ہندوستان کے مسلمان اس حقیقت پر غور کریں اور سب سے پہلے اپنے گھر کو درست کریں، مواخات اسلامی کے رشتہ کو استوار کریں اور اکثریت و اقلیت کے خوف سے بالاتر ہو کر ہر دشمن کے مقابلہ میں ایسا متحدہ محاذ پیش کریں کہ کسی کو انکے مقابلہ کی تاب نہ ہو۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

● حسانتم ہی ہماری تمنا ہے کہ ہمارے نوجوانان وطن حسن سلمہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور اپنے بزرگوں کی روایات ادبی خدمات کیطرف متوجہ ہوں۔

حادثہ:۔ ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء بروز شنبہ منشی شیدا علی صاحب بی۔ اے (قاضی گڑھی) نے ایک بجے دوپہر کو بمقام لکھنؤ انتقال کیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لاش کاکوری آئی تھی اور غسل وغیرہ کے بعد تکیہ شریف پر اپنے جناب پیر و مرشد کے حرم مزار کے باہر دفن ہوئے شب کو تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے اور انگریزی کے علاوہ فارسی میں بہت اچھی دستگاہ تھی۔ بچوں کے تعلیم و تربیت کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ ملازمت سرکاری سے پنشیاب ہونے کے بعد اپنا زیادہ وقت نماز و وظائف یا اپنے پوتوں اور نواسیوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کرتے تھے۔ چونکہ دونوں صاحبزادے ماشاء اللہ مطمئن اور خوش و خرم زندگی بسر کر رہے تھے لہذا مرحوم اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ تھوڑا عرصہ قبل مرحوم پر فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے صحت تو ہو گئی تھی لیکن معذور ہو گئے تھے گزشتہ عشرہ میں بائیں جانب پھر کچھ اثر معلوم ہوا جسمیں تدابیر کی گئیں اور کچھ سکون بھی ہو چلا تھا کہ ۲۴

انتقال سے تین روز قبل تیسرا حملہ ہوا اور بہت شدید تھا جس سے جانبر نہ ہو سکے ہم مرحوم کیلئے مغفرت اور دونوں صاحبزادوں و دیگر اعزہ سے اس حادثہ [illegible]

سرزمین عشق

آ۔ اس ملک کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہاں انسانیت کا قحط ہماری روحوں کو مضمحل کر رہا ہے۔!

اس دنیا میں ہم کبھی بھی روحانی آسائش کا لطف نہ اٹھا سکیں گے اس سرزمین سے کبھی بھی خوش نصیبی کا پھول نہیں کھلے گا۔

آ! چلیں، ایک آزاد دنیا کی جستجو کریں! چھوڑ دے اس دنیا کو کہ جس میں ہمارے دل قفس کے اسیر پرندان کی طرح پھڑک رہے ہیں۔ آ کہ بھلا دیں اس کو ہمیشہ کے لیئے بھلا دیں۔! آ! اس دنیا سے باہر چلیں، کیونکہ ہماری روحوں کے نغمے یہاں کسی کو بھی اپنا ہمصفیر نہیں پاتے! چل ایک ایسی دنیا کی طرف کوچ کر جائیں جہاں روح اور دل دونوں کو اطمینان نصیب ہو! اس کوچ کے دوران میں ہم مجبور ہوں گے کہ سینکڑوں ٹیلوں ذروں اور خوفناک جنگلوں کو عبور کریں۔ مگر تیرے دل کی پاکیزگی اور میری روح کی قوت مل جل کر فطرت کی ان سختیوں کے مقابلہ میں ہماری حفاظت کریں گی۔! اس کوچ کے دوران میں ہم مجبور ہوں گے کہ مصیبتیں اٹھائیں سینکڑوں خوفناک راستے ہیبتناک گھاٹیاں اور بے خواب راتیں سامنے آئیں گی۔ مگر تیرے دل کی صفائی اور میرے روح کا صبر و تحمل دونوں ہمیں اس سے نکال بھی لیں گے۔! اس سفر میں ہمیں ہزاروں تکلیفیں اور مصیبتیں اپنے تند حملوں کا ہدف بنائیں گی۔ مگر تیرے دل کی مسرت اور میری روح کی متانت دونوں انکو مغلوب کر لیں گی۔

آ۔ اس دنیا سے کوچ کر جائیں اور اس دنیا میں ایک نئی خوش نصیب زندگی کی بنیاد ڈالیں۔! آ! دل مضبوط رکھ اور چل اس نئی سرزمین میں:...... اس سرزمین میں جو "عشق" کے نام سے موسوم ہے۔

موجودہ جنگ اور ہندوستان

(محمد خلیل خاں کاکوروی متعلم گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج۔ الہ آباد)

اس وقت دنیا ایک نئے سیاسی دور سے گزر رہی ہے اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جسکو اپنی موجودہ پوزیشن پر کچھ بھی بھروسہ ہو اور دور مسلسل یہی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق سنا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ آنے والا ہے

[illegible]

کر دنیا میں بے اطمینانی پھیل جائیگی اور بقول شخصے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھانے لگے گی۔ جتنی چھوٹی طاقتیں ہیں انکی زندگی خطرہ میں ہے اور آہستہ آہستہ بڑی طاقتوں کے لقمۂ اجل ہوتی جا رہی ہیں۔ اس وقت دنیا میں دو طاقتیں ہیں جو تمام عالم میں اپنا اثر اور اقتدار چاہتی ہیں۔ مگر مثل مشہور ہے کہ جو حد سے بڑھا پامال ہوا" ــــ ممکن ہے کہ یہ مثل صادق آجائے اور خدا کرے ایسا ہو۔ مگر پھر بھی چھوٹی طاقتوں کو اس سے غافل نہ ہونا چاہئے ہندوستان کی حالت اس وقت سخت خطرہ میں ہے روس کے دندان آز ہندوستان کے ریشہ ریشہ کو چبانے کے لیے تیار ہیں۔ جاپان اپنا پیٹ ہندوستان کے لقمۂ تر سے بھرنا چاہتا ہے۔ جرمنی میں ہندوستان کی پیداوار کی خوشبو مہک رہی ہے۔ ان تمام حالتوں کو مدنظر رکھکر ہندوستان کیلئے ضروری ہے کہ سوچ کر اپنا رویہ اس موجودہ جنگ میں کیا رکھے۔

ہندوستان کے اندر دو قسم کے گروہ ہیں ایک وہ جو گورنمنٹ کی امداد کے خلاف ہے اور دوسرا وہ جو گورنمنٹ کی امداد کیلئے مصر ہے۔ اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ کس طبقہ کی حمایت میں رہ کر ہمکو فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ کا ساتھ نہ دیں اور خدانخواستہ روس یا جاپان جنگی ہوائی جہازوں سے ہندوستان پر حملہ آور ہو تو ہمارے پاس کون سے ایسے آلات حرب ہیں جن سے ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں آجکل کی لڑائی فوج کے سپاہیوں کی تعداد پر منحصر نہیں بلکہ ہوائی جہاز اور توپوں اور گیس پر منحصر ہے۔ مگر ہمارے پاس ان طاقتوں میں سے کوئی طاقت نہیں یعنی ہم بالکل نہتے ہیں اور ہمارے دشمن آسانی سے ہمکو برباد کر سکتے ہیں۔ اگر موجودہ جنگ فوج کی تعداد پر منحصر ہوتی تو ممکن تھا کہ ہندوستان کے سب آدمی فوج میں بھرتی ہو کر دشمن سے مقابلہ کرتے اور کامیاب بھی ہو جاتے مگر نہ تو ہمارے پاس گیس ہے اور نہ ہوائی جہاز ــــــــ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک غلام ہے جسطرح ہم گورنمنٹ برطانیہ کے غلام ہیں اسی طرح روس اور جاپان کے بھی غلام ہو جائیں گے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے مگر کیا ہم امید کر سکتے ہیں۔ کہ جاپان ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آئے گا۔ کیا روس بھی ہمکو حکومت کے کاموں میں حصہ دے گا۔ کیا جرمنی ہماری پوری نگہداشت عمدہ طریقہ سے کرے گا۔ نہیں ہمکو اس کے منانے اور خوش کرنے کے لیے ایک زمانہ درکار ہوگا۔ وہ ہمکو اپنے طور طریقہ سے رہنے پر مجبور کریں گے ان کے سپاہی ہمکو غلام بنا لیں گے ــــ کیا ہندوستان کی تاریخ ہم کو نہیں بتلاتی کہ جتنی قومیں ہندوستان میں آئیں اور فتح حاصل کی انھوں نے یہاں کے باشندوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ــــ ہم خود جب ہندوستان میں آئے ہم نے یہاں کے لوگوں سے کیا سلوک کیا۔ تو ہم کس طرح امید کریں کہ دوسری قوم ہمارے ساتھ محبت سے پیش آئے گی۔ جب ہم کو معلوم ہے کہ حکومت تبدیل ہونے پر ایک زبردست انقلاب ہوتا ہے۔ تو ہمکو کیا ضرورت ہے کہ حکومت تبدیل کرکے ایک نئی مصیبت میں پھنسیں جو ہمکو راس آئے یا نہ آئے۔

ہندوستان کا موجودہ دور ہماری ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ ہماری تعلیم کا پورا انتظام ہے ہمکو مذہبی آزادی ہے۔ زراعت صنعت و حرفت۔ دستکاری غرض سب چیزوں میں ترقی ہے۔ حکومت کے کاموں میں ہم شامل ہیں یہ دوسری بات ہے کہ ہم آپس کی پھوٹ کی وجہ سے کسی کام میں کامیاب نہوں اپنی مذہبی آزادی کو کھو بیٹھیں اور ترقی کے راستہ محدود کرلیں۔ بہرحال گورنمنٹ نے توحق ضرور دیا ہے تو پھر کیا وجہ ہم ایک بادشاہ کی غلامی سے دوسرے بادشاہ کی غلامی میں کیوں جائیں ہم اپنے پرانے بادشاہ کے ساتھ حق نمک ادا کرکے اس کو کیوں نہ خوش کریں کہ وہ ہم سے خوش ہو کر ہمکو آزاد کر دے ــــــ"

انگلستان کی طاقت دنیا کی بڑی طاقتوں میں سے ہے اگر ہم نے برطانیہ کا ساتھ دیا تو وہ ہماری بھی ہر طریقہ سے مدد کریگی اور پھر اس حالت میں کسی دوسری قوم کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے ــــــ"

کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت سلطنت برطانیہ جنگ کے جھگڑے میں پھنسی ہوئی ہے لہذا اگر ہم اس موقع سے فائدہ اٹھا کر برسرپیکار ہوں گے تو وہ ہمکو مجبوراً مکمل آزادی دیدیگی۔ ہاں یہ خیال ان کا درست کہا جا سکتا ہے۔ مگر گورنمنٹ یہ بھی دیکھتی ہے۔ کہ ہندوستان میں بہت سی جماعتیں ہیں اور ان میں بھی پھوٹ ہے اُس نے اس کو دیکھ لیا کہ ایک جماعت کو حکومت ملی تو اس نے اپنی اکثریت کے زعم میں اقلیتوں کو پامال کرنے کی کوشش کی۔ جب چند صوبوں کی حکومت میں لوگ اس قدر آپے سے باہر ہو گئے تو مکمل آزادی پانے پر وہ اقلیتوں کی بالکل نیست

ونابود کرنے کی کوشش کرینگے۔ اگر مکمل آزادی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو یہی کہ پہلے اپنے ملک سے فرقہ وارانہ لعنت کو دور کریں اور اتحاد واتفاق کی لہر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلائی جائے ملک سے سچی ہمدردی اور خدمت خلق کا صحیح جذبہ ہو۔ صرف کرسی وزارت کے حاصل کرنے کے ناقص جذبات نہوں۔ اُسی وقت ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس وقت موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے لیے ضروری ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کا ساتھ دیکر اس قوم کو برباد کریں جو امن عالم میں اس وقت مخل ہے اور ہمیں امید ہے کہ جنگ کے بعد ہمارے ہاتھ میں پرچم آزادی ہوگا۔ کیونکہ تاریخ عالم ہمیشہ خون سے لکھی گئی ہے اور وہ بھی اتحاد کے ہاتھوں۔

سماج کی بھینٹ

(قادری احمد حسن صاحب علوی تماشائی)

(بسلسلہ یکم فروری سنہ ۴۳ء)

میری امیدوں کی دنیا میں اندھیرا ہو چکا تھا۔ اور اب مجھکو یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ اس دنیا میں میرے واسطے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس گاؤں میں رہ کر میرا جینا دشوار ہے۔ لیکن ماں کی موجودہ صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کو چھوڑ کر تلاش معاش کی فکر میں باہر نکلوں۔ ماں کی زندگی چند روزہ تھی۔ اُنکی خدمت میرا اولین فریضہ تھا۔ میری بدقسمتی سے ماں کے دُکھے ہوئے دل کو زیادہ صدمہ پہونچ رہا تھا۔ میں نے فوراً اٹھ کر ماں سے کہا۔ "ماں فکر نہ کرو اگر میں معلمہ نہیں بن سکتی تو کوئی دوسرا کام کرونگی"

ماں بولی، "بیٹا میں سمجھی تھی کہ تمھارے دن پھریں گے لیکن بیتل بابو ہماری مدد کرتے کرتے تھک گئے" "نہیں ماں۔ بیتل بابو نے بھی تو ہمارے خلاف رائے دی تھی۔ کیوں نا؟

"ہاں سرلا۔ جو کچھ تمھارے حق میں مفید تھا وہی میں نے کیا۔ بھلا تم ہی غور کرو کہ گاؤں کے بچوں کی نظر میں تمھاری وقعت کیسے ہو سکتی تھی جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جرائم پیشہ طبقہ کا خون تمھاری رگوں میں دوڑ رہا ہے ــــــــ"

میرا صبر انتہا کو پہونچ چکا تھا۔ میں چیخ مار کر رونے لگی اور روتے روتے اپنے کمرے میں جا کر پڑ رہی۔ اور آخرکار روتے روتے سو گئی ــ!

صبح کو میری آنکھ کھلی تو مطلع غبار آلود تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میرے مرجھائے ہوئے دل کو نئی زندگی بخش رہی تھیں۔ رات کے وحشتناک واقعات نے دماغ کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ میں ابھی اور ماں کی زندگی کے مسئلہ پر غور کرنے لگی تھی کہ باورچی خانہ میں برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ سن کر پلنگ سے اُٹھی۔ دیکھا ماں روٹی پکانے میں مصروف ہیں۔ جلدی سے منھ دھو کر میں بھی ہاتھ بٹانے کیلئے اُن کے پاس جا پہونچی اور اسقدر جلد کھانا پکانے کی وجہ پوچھی ــــ"

"بیٹا تم رات کو بغیر کھائے پئے سو گئیں ہم لوگ دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے بیتل بابو چلتے چلتے ایسی بات کہہ گئے کہ میرا دماغ سخت پریشان ہو گیا۔ اور مجھکو رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی فکر میں رہی کہ سویرا ہوتے ہی تم سے کہوں۔ اب تم چائے پی لو تو تم کو سناؤں ــــــ"

بیتل بابو کے سخت جواب کو سن کر میں رات سے بہت بد دل ہو چکی تھی ماں کی پریشانی سن کر اور زیادہ نفرت پیدا ہونے لگی اور دل ہی دل میں بیتل بابو کو سینکڑوں صلواتیں سناتے سناتے چائے زہر مار کی اور ماں سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے ــــ

"سرلا۔ بیتل بابو تم سے بیاہ کرنا چاہتے ہیں ــ"!

"میرے ساتھ۔ بیتل بابو کا۔ میرے ساتھ بیاہ ــ" میں نے تعجب کے ساتھ دوبارہ سوال کیا ــ" ہاں رات کو وہ یہ کہہ گئے ہیں کہ ہم لوگوں کو اسی شرط پر امن وچین نصیب ہو سکتا ہے کہ تم اُن کے ساتھ بیاہ کرلو۔ اُسکے بعد ہم دونوں اُنہی کی نگرانی اور حفاظت میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں گے ــــ!

غم وغصہ سے بھڑک کر میری آواز قابو سے باہر ہوگئی۔ لیکن ماں کی بے بسی دیکھ کر آواز کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ "ماں" بیتل بابو میرے باپ کی عمر کے ہیں۔ میں اُنکی بیٹی کی عمر کی ہوں۔ میرا اُن کا کیا جوڑ۔ وہ ایک سخت دل اور روکھے پھیکے شخص ہیں۔ اُن کے مزاج سے تم بھی واقف ہو کہ اپنی بیوی مرحومہ کو کیسی کیسی تکلیفیں انہوں نے پہونچائیں۔ یہ دن رات ہمیشہ گھر سے باہر رہتے تھے۔ وہ رات رات بھر تنہا اکیلے مکان میں رہتی کوئی ہمدرد نہیں۔ کوئی غمگسار تک نہیں تھا۔ ایسے شخص سے کیا اُمید میں

ہو سکتی ہیں کہ وہ میرے جذبات کی قدر کرے گا۔ اُن کے حوصلے پست ہو چکے جذبات مٹ چکے۔ آرزوؤں اور ارمانوں کا وقت جاتا رہا۔ ضرورتوں کے مسئلہ میں ہمیشہ سخت رویہ رہا۔ ان سب باتوں کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے واقعات سے واقف ہونے کے باوجود مجھے ہوشلے ہیں کیوں مجبور کئی ہو۔ میں باز آئی ایسے بیاہ سے۔ میں عمر بھر کنواری رہونگی۔ لیکن اس سخت دل شخص کی بیوی نہ بنوں گی ۔۔۔"

" ہاں سرلا۔ ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن اسکے باوجود تم کو معلوم ہے کہ جیتل بابو کا دل بہت نرم ہے۔ اُنکے غیر معمولی احسانات خود ہی بتا سکتے ہیں کہ ابتک انھوں نے ہماری کیسی امداد کی۔ وہ تنہا ہیں۔ گھر بسانا چاہتے ہیں۔ اُنکو لڑکی ملنا کیا دشوار ہے۔ بیٹی تو ہماری خراب ہے۔ فرض کرلو تم نے انکار کر دیا تو وہ ہماری امداد بھی بند کر دینگے۔ میرے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ تم کو کسی دوسرے مقام پر بھیج سکوں۔ تم کسی دوسرے شخص سے آخر بیاہ کروگی کیونکہ بغیر سہارے کے ہمارا جینا دشوار ہے۔ جو کوئی بیاہ کرنے پر تیار ہوگا وہ حسب نسب ضرور پوچھے گا اور خاندانی حالات معلوم کرکے کانوں پر ہاتھ رکھے گا۔۔ تمہاری قسمت جگی کہ جیتل بابو نے تم کو پسند کرکے ہماری عزت افزائی کا ارادہ کرلیا ہے۔ گاؤں والے تمہاری قدر کرنے لگیں گے۔"

" میں ایسی عزت کی بھوکی نہیں ہوں۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر جس کو اپنی خواہشات اور عزت نفس فروخت کرکے قبول کیا جائے کیا اسی روز کے لیے مجھکو تعلیم دلائی تھی ۔۔۔" میرے آنسو بہنے لگے۔ ماں نے دوبارہ سلسلہ کلام شروع کیا۔

" سرلا۔ تم ناسمجھ ہو۔ دو چار کتابیں پڑھ لینے سے بچے بوڑھوں کے برابر سمجھدار نہیں بن سکتے۔ زندگی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے۔ میری بھی گذری گذر گئی۔ میرا ابھی سہارا چند دنوں میں اُٹھ جائے گا۔ اگر مرنے سے پہلے تم کو گھر بار کرتے دیکھ لوں گی تو بہت سے میٹھی نیند سو جاؤں گی اور میرے دل سے یہ ملال بھی نکل جائے گا کہ میری بیٹی نے آخری وقت میری خوشی پوری کر دی اور میری خوشی کے واسطے اپنی زندگی کا نیا دور شروع کر دیا ۔۔۔"

" ہاں۔ شرم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کس سے کہوں۔ ایسے بوڑھے آدمی سے مجھکو محبت بھی تو نہیں ہو سکتی ۔۔۔"

" بیٹیا۔ تم عزت کرنا۔ بعد کو خود ہی محبت پیدا ہو جائیگی ۔۔۔"

" ماں۔ محبت پیدا کی نہیں جاتی ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے ۔"

" ٹھیک ہے بیٹیا۔ لیکن خالی محبت کو لے کر کیا کروگی۔ زندگی کی جملہ ضرورتوں میں سے ایک شئے محبت ہے۔ کیا محبت کے لیے ہم تمام ضرورتوں کو قربان کر دیں ۔۔۔ محبت کی بادی مضر ہوتی ہے۔ خود ہی دیکھو کہ تمہارے باپ کے ساتھ مجھکو جو محبت تھی اُسکا انجام کیا ہوا۔"

" ماں کے تیور بتلا رہے تھے کہ میری کٹ حجتی اُنکو ناگوار گذر رہی ہے میری بے باکی سے وہ پسینہ پسینہ ہو رہی ہیں اور آخری الفاظ ادا کرنیکے بعد اس قدر متاثر ہو گئیں کہ چہرے نے جذبات کی ترجمانی شروع کر دی میں جانتی تھی کہ میرے والد کے ایسے لاأبالی اور آوارہ منش شخص کیساتھ زندگی گذارنا کسقدر دشوار کام تھا لیکن ماں نے خود کو مٹا کر گھر اجاڑنا پسند نہیں کیا اور آج اُسی کی بدولت وہ کس قدر مصائب میں گرفتار ہیں۔ یہ سب کچھ انھوں نے ایک بیٹی اور ایک بیٹے کی محبت میں کیا۔ بیٹا جیل خانہ جا چکا تھا۔ زندگی کا آخری سہارا میں تھی اور اب وہ بھی آخری وقت میں مخالفت پر کمربستہ۔ میں عجیب کشمکش میں تھی۔ فرض اور محبت کا سوال تھا۔ خیالات اعلیٰ تھے۔ جذبات میں ولولہ۔ طبیعت میں جوش اور سرد و خشک دنیا کے مصائب سے مقابلہ کا سوال پیش نظر تھا۔ ماں کی دل شکنی گوارا نہ تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ عزت نفس اور ضمیر فروشی بھی منظور نہ تھی۔ میں اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی ۔۔۔"

(باقی آئندہ)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم۔ اب دن کو دھوپ میں خاصی گرمی محسوس ہوتی ہے۔ غروب آفتاب کے بعد کچھ خنکی معلوم ہوتی ہے۔ البتہ رات کو ابھی سردی ہوتی ہے لیکن کمرہ بند کرکے سونے والوں کو لحاف اوڑھنے میں گرمی معلوم

ہوتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے موسم خوشگوار ہے۔

آب و ہوا:۔ کوئی خاص شکایت نہیں سُنی گئی۔ تداخل فصلین سے نزلہ و زکام لوگوں کو ہو جانے کا حال معلوم ہوا ہے۔

ولادت:۔ سید منظر الدین احمد خلف جناب سید ظہور الدین احمد صاحب کے یہاں ۹ و ۱۰ر فروری سنہ ۴۳ء کی درمیانی شب میں بمقام لکھنؤ مشن اسپتال میں بچہ تولد ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ مولود کی عمر دراز ہو اور باری تعالیٰ صاحب اقبال کرے۔ زچہ کی طبیعت خراب ہے بچہ بخیریت ہے۔

ذکر شہادت:۔ ۲۲ و ۲۳ر فروری کی درمیانی شب میں بمقام پرانی حویلی وہاں کے ساکنین نے بذریعہ ذیل منادی کرکے مثل سالہائے گذشتہ مجلس ذکر شہادت سیّد الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام منعقد کی تھی۔ اور مولوی محمد اصغر نے شہادت نامہ پڑھا۔ بعد فاتحہ خوانی حاضرین کو لذیذ کھیڑہ کا تبرک تقسیم کیا گیا۔ مجمع کثیر تھا۔ بانیان مجلس نے مقامی خاکساران اور مسلم نیشنل گارڈ کو بھی بغرض انتظامات طلب کیا جنہوں نے حسب ہدایت منتظمان خدمات انجام دیں۔

محرم:۔ یہاں ۲۹ر کو رویت ہوئی۔ یوں تو گھڑی باجے بقرعید کے بعد ہی سے بجنا شروع ہو گئے تھے۔ محرم کا چاند دیکھنے کے بعد عزاداری کے مراسم کی ابتدا ہوئی اور حسب دستور مقررہ تاریخوں میں تعزیے و تخت اُٹھائے گئے۔ سُنا ہے کہ ۷ر محرم کو جدید تخت مغل محلہ سے محمد حیات خاں صاحب نے کسی منت کے پورے ہونے کے سلسلہ میں بڑی دھوم دھام سے اُٹھایا تھا اور کافی جلوس کے ساتھ۔ عاشورہ کے دن حسب رواج قدیم صبح ۹ بجے قاضی گڑھی سے حضرت بخشی ابوالبرکات خاں مرحوم کے نام سے موسوم چہر گشت اُٹھی جس کے ساتھ حافظ غلام جیلانی، میراثی محلہ، قاضی گڑھی کے تعزیے اور مغل محلہ کے تخت کے علاوہ موضع درگا گنج کے بھی تعزیے تھے۔ سوز و مرثیہ خوانی کے ساتھ کربلا پہونچائے گئے۔ دوپہر کے بعد سے چودہری محلہ وغیرہ کا تخت اور تعزیے براہ میدان قلعہ اور کٹرہ و پٹھان گڑھی وغیرہ کا تخت و تعزیے براہ ہودہ چودہری محلے ہوتے ہوئے کربلا پہنچائے گئے۔ اکھاڑے کی ٹولیاں اور طبل و تاشہ کا گروہ دونوں مقامات کے تعزیوں کے ساتھ تھے جو اپنے اپنے کرتب اور جوہر کا مظاہرہ کر رہے تھے اور مرثیہ خوانوں کی بڑی بڑی ٹولیاں ہمراہ تھیں جو کورس کے طریقہ پر مرثیے پڑھ رہے تھے۔ مغرب سے قبل تک چودہری محلہ میں بہت اجتماع رہا اُس کے بعد تمام تعزیے دلی نگر ہوتے ہوئے کربلا پہونچائے گئے۔ چودہری محلہ میں چودہری محمد اسمٰعیل کے ذی تعمیر بنگلہ میں خواص و عوام کا خوب مجمع رہا۔ اور دلی نگر میں بھی بیشتر معززین قصبہ موجود تھے۔ ایام محرم بخیریت گذر گئے۔

مسلم نیشنل گارڈ کی خدمات:۔ ۸، ۹، ۱۰ر محرم کے تینوں تخت میں حسب طلب منتظمان مسلم نیشنل گارڈ کا دستہ بغرض انتظام مقامی مسلم لیگ نے بھیجا تھا۔ جس نے تینوں دن ۲ بجے شب تک ساتھ رہ کر اپنی خدمات سے عام پبلک کو آرام پہونچانے کے علاوہ نظم و ضبط قائم رکھنے کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو پریشانیوں سے بچایا۔ عشرہ کے دن اِن مجاہدین ملت نے اپنا کیمپ چودہری محلہ میں جہاں سب سے زیادہ اجتماع ہوتا ہے، قائم کرکے تمام دن بہترین خدمات انجام دیں۔ اور خاکساران کی دستہ کے ساتھ اتحاد عمل کرکے گم شدہ بچوں کو اُن کے والدین کو پہونچایا۔ خاکساران نے نیشنل گارڈ کے کیمپ میں پریڈ کا بھی مظاہرہ کیا تھا جس پر عوام و خواص نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ پریڈ ختم ہونے پر خاکساران نے موجودہ معززین قصبہ کو سلامی دی۔ ہم خاکساران اور مسلم نیشنل گارڈ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور عام پبلک کی جانب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ۸ر محرم کو موضع مظفر کھیڑہ کے مسلمانوں نے اپنے یہاں کے علموں کے ساتھ قریب کے مواضعات میں گشت میں جاتے وقت انتظام و مظاہرہ کے لیے کاکوری مسلم لیگ سے نیشنل گارڈ کا دستہ بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ موضع مذکور کے مسلمانوں کی خواہش پر صدر مسلم لیگ نے گارڈ کو ۸ بجے صبح کو بھیج دیا تھا جو وہاں سے کئی کوس کا چکر لگا کر سہ پہر کو واپس آیا اور شب کو آٹھویں کے تخت میں خدمات انجام دیں۔

صحت و تندرستی:۔ (۱) قاضی ولی حیدر خاں عباسی کے بواسیری مسوں کے زخم بڑی حد تک خشک ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ گو ابھی تک ازالۂ تکلیف نہیں ہوا ہے۔ لیکن بمقابلہ پہلے کے اچھے ہیں۔ ریاحی تکلیف میں بھی کمی ہے۔ اور ضعف بھی پہلے کے مقابلہ میں کم ہے۔ دواؤں کا ابھی استعمال جاری ہے۔

(۲) خورشید علی بقا کو ابھی تک پورے طور پر سکون نہیں ہوا۔ زیادتی

بقیہ خبریں:۔ (۱) ۲۷ر فروری کو مسلم لیگ کاکوری کے سالانہ انتخابات ہوئے۔ امیدواروں میں مقابلے سخت تھے ۲ بجے سے ۲ ½ بجے تک بڑی چہل پہل رہی (نتائج انتخابات انشاءاللہ آئندہ ورق اخبار میں ہوں گے۔) (۲) منشی رضی المحسن مرحوم کی صاحبزادی (اہلیہ مسٹر صغیر الدین سندیلوی) کلکتہ سے وطن آئی ہیں۔ سُنا ہے کہ چند روز قیام کریں گی۔ (۳) سنا گیا ہے کہ تار گھر منشی احتشام علی صاحب کے یہاں ریڈیو لگا دیا گیا ہے کہ جنگ کی خبریں سُنی جائیں۔

سردی کی وجہ سے بوڑھوں میں بھورو پیدا ہو گیا تھا۔ البتہ کچھ چل پھر لیتے ہیں پہلے کی ایسی معذوری بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے۔

(۳) والدہ منشی محب الرحمن کی چوٹ کا زخم اب بالکل اچھا ہو۔ سابقہ شکایات البتہ بدستور ہیں۔

علالتیں:- (۱) اہلخانہ جناب حاجی مولوی انوار الحسن صاحب کے متعلق سنا گیا ہے کہ اتفاقیہ طور پر صحن مکان کے پختہ فرش پر گذشتہ ہفتہ میں گر پڑنے سے کہنی میں شدید خراش اور کولہے میں سخت چوٹ آئی جس کی وجہ سے رات بھر سخت تکلیف رہی تھی۔ گمان تھا کہ خدانخواستہ ہڈی سرک گئی ہے۔ خدا کا شکر ہے چوٹ کے سوا اور کوئی بات نہیں۔ ہلدی دوا لگانے سے تکلیف رفع ہو گئی ہے لیکن ابھی چوٹ کے اثرات باقی ہیں۔ باری تعالیٰ کلی صحت عطا فرمائے۔

(۲) جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب قلندر کی پیٹھ کے درد میں بہت تھوڑی کمی معلوم ہوتی ہے۔ اور ورم جگر میں بھی کچھ زیادہ خفت نہیں ہے بھوک کی کمی کا حال بدستور ہے۔ خداوند کریم صحت عاجلہ کاملہ عطا فرمائے

(۳) مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے ورم جگر میں کچھ بیّن فرق ابھی نہیں معلوم ہوتا گو پہلے کے ایسے شدائد میں کچھ تخفیف ہے۔ بہر حال بیزی کی سختی اور غذا میں تقلیل سے ضعف کافی ہو گیا ہے۔ چہرہ پر بھی ابھی ورم ہے۔ اللہ جل شانہٗ جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۴) بیوہ شیخ لطف علی مرحوم ہنوز لکھنؤ میں ہیں اب دوسری لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا گیا ہے جس نے ضعف معدہ و اور پیٹ میں ورم تجویز کیا ہے۔ اس طرف اسہال میں تو کمی ہی لیکن ورم میں بظاہر کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی اور غذا کے بعد جو تکلیف ہوتی ہے وہ بدستور باقی ہے

معاودت وطن:- معلوم ہوا کہ منشی مبین احمد علوی حیدر آباد سے دو ڈھائی برس کے بعد بحصول رخصت دو ماہ وطن آئے ہیں۔

متفرقات:- (۱) معلوم ہوا کہ مسجد واقع محلہ باؤلی میں ۱۴ فروری سنہ ۳۲ء کو ایک مسافر آ کر مقیم ہوئے جن کو ڈپٹی حاجی امیر احمد صاحب کے یہاں سے کھانا بھیجا گیا اور رات بھر مسجد میں قیام کرنے کا ارادہ نمازیوں سے ظاہر کیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۵ تاریخ کو فجر کی نماز کے لیے جب لوگ مسجد میں آئے تو مسافر کو موجود نہ پایا۔ بعد کو پتہ چلا مسجد سے کلام مجید اور قریب کے کنوئیں کی آہنی گراری اور شیخ سعدی کلاں کی مسجد کی گھڑی غائب ہے۔ انھیں مسافر پر گمان ہوتا ہے کہ لیکر رات کے سناٹے میں چلے گئے۔ مذکورالصدر مسافر نے اپنے کو ایک رضائی میں چھپائے رکھا اور اپنا حلیہ یا شکل و صورت نمازیوں پر ظاہر ہونے نہیں دی تھی۔ نماز عشا شروع ہونے کے بعد نماز میں شریک ہوئے تھے اور قبل اس کے کہ نمازی سنتوں وغیرہ سے فارغ ہوتے مسافر اپنی نماز ختم کر کے رضائی میں لپٹ کر بیٹھ گئے۔ خیال ہوا کہ سردی کے سبب سے انھوں نے ایسا کیا ہے یہ نہ معلوم تھا کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے اپنی شخصیت کا اظہار کرنا نہیں چاہتے۔

(۲) ۲۰ فروری سنہ ۳۲ء کو شام کے وقت ایک مرگ مفاجات کی اطلاع ملی معلوم ہوا کہ ہیبت فرزند موہن لعل پاسی ساکن محلہ دلی نگر (جسکی عمر ۲۵-۲۶ سال کہی جاتی ہے) کی لاش بہت خراب حالت میں مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے باغ کے کنوئیں میں ملی۔ باغ کے مالی نے دیکھا تھا اور فوراً پولیس کو اطلاع کی گئی جس نے ضابطہ کی کارروائی کے بعد لاش ورثا کو دیدی۔ مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ پندرہ بیس دن قبل مقتول مولوی جمیل الدین (زنار تلمہ) کی دوکان سے کیش بکس لے کر فرار ہوا تھا اور اُس دن سے لاپتہ تھا۔ لاش اسقدر بگڑ چکی تھی کہ پہچانی نہیں جا سکتی تھی مقتول کی دھوتی سے شناخت کیا گیا۔

(۳) ہمکو یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے وطن کے ہونہار اور انشاپرداز نوجوان مولوی حسن ابن ضیا علوی کو انشاپردازی کے آل انڈیا مقابلہ میں (جو ایک ادبی و علمی مضامین نگاری کا مقابلہ تھا اور جس میں تمام ہندوستان کے مضامین نگاروں نے حصہ لیا تھا) مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی جانب سے مبلغ پچاس روپیہ کا اول انعام ملا ہے اور ایک سارٹیفکٹ بھی ملا ہے جسمیں طرز تحریر و ادبی معلومات کی تعریف کی گئی ہے۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ اس مضمون کو مسلم یونیورسٹی کتابی صورت میں چھپوانیکا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ وہی مضمون "ڈائری کا ایک ورق" ہے جو کاکوری اخبار میں چھپ چکا ہے اور اسی مضمون پر "بزم ادب" بنگلور میں دس روپیہ کا انعام بھی ملا تھا۔ ہم عزیزی حسن سلمہ کو اس کامیابی پر دلی مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"۔ (باقی صفحہ ۲ کالم ۱ پر)

(۴) منشی حامد علی علوی خلف اکبر جناب منشی ساجد علی صاحب (تاڈ تلہ) کا عقد ثانی حیدر آباد میں ہوا۔ حامد علی صاحب بیوی کو لیکر لکھنؤ محلہ درگاہ فراں میں آ گئے ہیں۔ (۵) دریافت ہوا ہے کہ مسلم لیگ کاکوری نے مبلغ ایک سو ایک روپیہ سوا آنہ اسنے ٹرکش ریلیف فنڈ میں بھیجنے کیلئے خزانچی صاحب ضلع لیگ کے پاس جمع کر دئے ہیں۔

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال ملی) کاکوری سے سید محمد شبیر الدین نے شائع کیا